© rasailojaraid.com

عبدالکریم عابد

روس کے قلب میں تاتاریوں کا نیا ابھار

مسلمانوں میں سیاسی اور ملّی شعور کی ابتداء کا عنوان "پان اسلام ازم" کے جذبات تھے اور قوم پرستی کے جذبات بھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف اسلام کے شیدائی پان اسلام ازم کے رومانوی خیالات اور احساسات کی بنیاد پر اتحادِ عالمِ اسلام اور خلافت کی تحریکیں چلاتے رہے، دوسری طرف عرب قومیت، ترک قومیت، ایرانی قومیت اور دوسری قوم پرستانہ تحریکوں نے زور باندھا اور ان تحریکوں کے نتیجے میں ہی پرانی خلافت کا خاتمہ ہوا اور جدید عرب، ترکی، ایران تشکیل پائے لیکن یہ قوم پرستی مسلمانوں کو کہیں بھی پوری طرح "قوم پرست" نہیں بنا سکی اور مجموعی طور پر مسلمانوں میں پان اسلامسٹ خیالات کا غلبہ رہا اور آج بھی ہے۔ برصغیر میں اقبال کی شاعری اور تحریکِ پاکستان کی کامیابی نے اس پان اسلام ازم کو بھی آگے بڑھایا۔ بدقسمتی سے روس اور چینی ترکستانی دنیا سے کاٹ دیے گئے، ورنہ ان علاقوں میں پان اسلام ازم، پان ترک ازم دونوں تحریکوں کا بڑا زور و شور تھا اور کئی جگہ یہ ملی جلی حالت میں بھی تھے۔ اس کا طاقتور مظہر تاتاری بھی تھے جو اپنے اسلامی تشخص کی جنگ لڑتے رہے تھے۔ ۱۵۵۱ء میں روسی سلطنت نے تاتاریوں کی بغاوت کے بعد مسلمانوں کو قازان شہر میں رہنے کی ممانعت کر دی تھی اور شہر کی مساجد یا تو شہید یا بند کر دی گئیں۔ ۱۵۹۲ء میں روسی حکومت نے حکم صادر کیا کہ تاتاری علاقے کی تمام مساجد شہید کر دی جائیں اور روسی حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی مسجد نہ بنائی جائے۔ مسلمان تاتار امراء کی زمینیں اور جاگیریں ضبط کی گئیں۔ ۱۷۴۰ء میں پیٹر اعظم کے حکم پر تاتار بچوں کو جدید مشنری سکولوں میں بھیجا جانے لگا، لیکن حکومت کے تمام جبر کے باوجود ۱۸۲۸ء تک کل بارہ ہزار مسلمان تاتاری عیسائی ہوئے اور وہ بھی موقع ملتے ہی پھر مسلمان ہو گئے۔ ۱۷۷۵ء میں ہی اس تبلیغِ مسیحیت کے خلاف بغاوت میں بڑا کشت و خون ہوا اور ایک سو تیس پادری ہلاک کر دیے گئے۔ جب ملکہ کیتھرائن نے تخت سنبھالا تو اس دانش مند خاتون نے روسی پالیسی میں تبدیلی کی۔ آئین ساز کمیشن کے لیے تاتاری نمائندوں کو طلب کیا۔ انھوں نے مذہبی آزادی، تجارت پر سے پابندی کے خاتمے اور تاتاری امراء و شرفاء کی حیثیت بحال کرنے کا مطالبہ کیا جس کے تحت مسلمان قازان سے شہر بدر کیے گئے تھے اور انہیں تعمیر مساجد کی اجازت بھی مل گئی۔ ملکہ نے مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ کے لیے ایک خاص ادارہ بھی قائم کیا اور ایک مفتی کو اس کا سربراہ بنایا گیا۔

تاتاری تجارت میں بہت آگے تھے لیکن قانونی پابندیوں کے ذریعہ روسی تاجروں کے مقابلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ان کا راستہ روکا جاتا رہا، مگر کیتھرائن کی نرم پالیسی کے بعد وسطی ایشیا کی ساری تجارت تاتاری اور ازبک تاجر طبقہ کے ہاتھوں میں آ گئی۔ اس طرح مسلمانوں کا ایک نیا بورژوا طبقہ ابھر رہا تھا جو نئے خیالات کا بھی حامل تھا۔ انیسویں صدی میں قازقستان اور ازبکستان کی تمام تر تجارت تاتاریوں کے ہاتھوں میں آ گئی اور انیسویں صدی کے آخر میں نہ صرف وسطی ایشیا بلکہ والگا، یورال، سائبیریا، روس، شرق بعید اور وسطی روس کے بڑے بڑے شہروں میں تاتاری تاجروں کا طوطی بول رہا تھا۔ ان تاجروں کے نمائندے روس کے علاوہ برلن، پیرس، لندن اور نیویارک میں موجود تھے۔ تجارت کے بعد یہ تاتاری بورژوا طبقہ صنعت میں بھی آگے بڑھا۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں قازان کی ایک تہائی صنعت ان کے ہاتھوں میں تھی۔ کپڑے، صابن اور چمڑے کی صنعت پر ان کی اجارہ داری تھی۔ یورال میں لکڑی کاٹنے اور سونا نکالنے کی صنعت ان کے ہاتھ میں تھی۔ انھوں نے چین اور منگولیا سے بھی اپنی تجارت کافی بڑھائی۔ جدید تجارت اور صنعت کا پہلا اثر تاتاریوں میں بے جا قدامت پرستی کے خلاف تحریکوں کی شکل میں ہوا۔ سب سے پہلے مورخ اور مصلح شہاب الدین مرجانی نے تعلیمی اصلاح کی تحریک شروع کی۔ یہ شخص بارہ سال بخارا میں رہ کر قدیم مدرسوں کا مایوس کن حال دیکھ چکا تھا۔ مرجانی نئی تعلیم میں روسی زبان سیکھنے کی اہمیت پر بھی زور دیتے تھے۔ انھوں نے ایک لکھ پتی تاجر ابراہیم یونس کو ایک نئے طرز کا سکول قائم کرنے پر راضی کیا جو مزید نئے سکولوں کے لیے نمونہ ثابت ہوا۔ انھوں نے شبلی کی طرح تاریخی کتابیں لکھ کر تاتاریوں کے شاندار مسلم ماضی کو بھی اجاگر کیا۔

روس اور ترکی میں جنگ ہوئی تو مسلمانوں نے روسی فوج میں لڑنے سے انکار کر دیا اور ہر مسجد میں ترکی کی فتح کے لیے دعائیں کی گئیں۔ روسی حکومت کے معاندانہ طرز عمل کی وجہ سے تاتاریوں میں ہجرت کی تحریک پھیلی اور لاکھوں تاتاری ترکی پہنچ گئے۔ حکومت نے اس دوران تاتاریوں کو گرفتار کر کے سائبیریا جلاوطن کیا۔ اس عرصہ میں کریمیا کے ایک دانشور اسماعیل بے گیسپرالی (۱۸۵۱ء - ۱۹۱۴ء) نے جمال الدین افغانی کے زیر اثر روسی مسلمانوں کے اتحاد کے لیے کام شروع کیا۔ ان کا اخبار "ترجمان" ۲۵ سال تک روسی مسلمانوں میں نیا شعور پیدا کرنے کے لیے شائع ہوتا رہا۔ اسماعیل بے نے اتحاد کی جو تحریک چلائی، اس میں پان ترک ازم اور پان اسلام ازم گڈمڈ تھے۔ وہ ترک اقوام کا اتحاد بھی چاہتے تھے۔ عالم اسلام کا اتحاد بھی چاہتے تھے اور یورپ کی جدید تہذیب سے استفادہ کے بھی قائل تھے۔ علاقوں کی آزادی کے لیے پیش پیش تھے۔ ہر مسلمان کو عربی پڑھنے کی بھی ہدایت کرتے تھے۔ انھوں نے سکولوں سے فارسی کی کتابیں ہٹا کر قسطنطنیہ کی ترک کتابوں کو شاملِ نصاب کیا۔ وہ سلطنتِ روس سے بھی اچھے تعلقات کے حامی تھے اور روسی سلطنت کو ان کا مشورہ تھا کہ وہ ایران اور ترکی سے دوستانہ تعلقات قائم کرے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں۔ "تصور کیجیے کہ روس نے ترکی اور ایران سے دوستانہ تعلقات قائم کیے تو ہمسایہ مسلم سلطنتوں سے پائیدار معاہدے کر کے روس کی جنوبی سرحد محفوظ ہو جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گی۔ ایران اور ترکی کی حمایت سے روس مشرق کے مسلمانوں کے نزدیک آجائے گا اور اس طرح وہ مسلم قوموں کی دوستی حاصل کر سکے گا، جس کے لیے انگلینڈ بہت کوشاں ہے۔"

نئی تعلیم اور تہذیب کے نتیجے میں تاتاریوں کی روزمرّہ زندگی تبدیل ہوئی۔ عورتوں کو قدرے آزادی مل گئی۔ ایک رسالہ نے لکھا کہ "ہمارا مذہب اسلام ہے، خیالات فرانسیسی ہیں اور حلیہ روسی ہے۔"

لیکن دیہی آبادی مولویوں کے زیرِ اثر رہی اور ان کی زندگی کے طرز میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ ساری تبدیلی شہری طبقہ میں تھی۔ انیسویں صدی کے آخری دس سالوں میں تاتاری دانشور اس نتیجہ پر پہنچے کہ انہیں حکومت کے مقابلہ میں اپنی قومی اور ملّی سیاست کرنی چاہیے۔ اس خیال کے نتیجہ میں قاضی عبدالرشید ابراہیم جو اوفا میں مسلم مذہبی انتظامیہ کے قاضی تھے، جلاوطن کیے گئے۔ وہ ۱۸۹۵ء میں ترکی چلے گئے اور روسیوں کے خلاف ایک رسالہ "آئینہ" شروع کیا۔ اس میں اتحادِ اقوامِ ترک اور اتحادِ عالمِ اسلام کی حمایت ہوتی تھی۔ اسی دوران میں ایک امیر صنعت کار کے لڑکے یوسف آقچورا نے ترک قومیّت کی تحریک کو سیکولر اساس پر قائم کرنے کا نعرہ لگایا اور کہا کہ اب جمال الدین افغانی اور اسماعیل بے کے نظریات فرسودہ ہو چکے ہیں اور پان ترک ازم کو ماڈرن اساس پر آگے بڑھانا چاہیے، لیکن جب سوشلسٹ انقلاب آیا تو وہ اس علاقے میں پان اسلام ازم اور پان ترک ازم دونوں کا صفایا کر گیا، ورنہ شاید تاتاری مسلمانوں کے لیے ایک نئی فکری اور عملی رہنما طاقت کا اظہار ہو سکتے تھے، لیکن تاتاریوں اور مسلمانوں کی قوت کو توڑنے کا جو کام زار کی حکومت نہیں کر سکی تھی وہ سوشلسٹ انقلاب نے پورا کر دکھایا، تاہم اب جب کہ تاریخ پلٹ رہی ہے، تاتاریوں میں آزادی کی نئی لہر آگئی ہے اور یہ لہر رکنے والی نہیں۔ وہ اپنے ماضی سے ضرور تاثر اور طاقت حاصل کرے گی اور مسلسل ایسی خبریں آرہی ہیں کہ تاتاریوں نے اپنے نئے وجود کا اظہار شروع کر دیا ہے اور اس کی فکری بنیاد آج بھی پان اسلام ازم اور پان ترک ازم پر ہے۔ پان ترک ازم کی پشت پر حکومتِ ترکیہ ہے اور پان اسلام ازم کا بس اللہ ہے۔ یہ ایک خود رو چیز ہے جو دبا دی جائے پھر بھی ابھرتی ہے اور آنے والی اکیسویں صدی میں یہ پان اسلام ازم اور خلافت کا نظریہ مغرب کے لیے بھی چیلنج ہوگا، اور خود مسلمانوں کے لیے بھی ایک نئی آزمائش ہوگا کہ وہ اس تصوّر کو رومانوی تصوّر سے نکال کر حقیقت پسندانہ معیارات کے مطابق بنانے کے لیے کیا کرتے ہیں۔

*

© rasailojaraid.com